

ربیع الاول ۱۴۰۱ھ میں پاکستان ٹیلیوژن پر پیش کیا جانے والا سلسلہ تقاریر

رسول کامل ﷺ

مقرر: ڈاکٹر اسرار احمد

(۶)

مکی دور، ابتلاء کی انتہاء اور ہجرت مدینہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل : ۸۰)

”اور (اے نبی) دعا کرو کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تولے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال، اور اپنی طرف سے مجھے غلبہ عطا فرما اور اس کو میرا مددگار بنا دے۔“

گزشتہ نشست میں ہم نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے مکی دور کے تذکرے کے ضمن میں عام الحزن تک پہنچ گئے تھے، یعنی نبوت کا دسواں سال جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا اور ابوطالب کی بھی وفات ہو گئی۔ نتیجتاً سردارانِ قریش کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور دارالندوہ میں نبی اکرم ﷺ کے قتل کے مشورے شروع ہو گئے۔ چنانچہ آنحضور ﷺ نے فطری طور پر ادھر ادھر دیکھا کہ مکے کے سوا کوئی اور جگہ کون سی ہو سکتی ہے جسے آپ اپنی دعوت کے لئے مرکز اور Base کی حیثیت سے استعمال کر سکیں۔ مکے سے قریب ترین طائف ہے۔ چنانچہ ایک امید لے کر نبی اکرم ﷺ نے طائف کا سفر اختیار کیا۔ یہ سفر انتہائی کمپرسی کے عالم میں ہوا ہے۔ اس میں حضور ﷺ کے ساتھ وہ بھی موجود نہیں جو پوری زندگی سائے کی طرح ساتھ رہے، یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ آپ کی رفاقت میں صرف آپ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ

بناؤ ہیں۔ پھر عام راستہ چھوڑ کر انتہائی دشوار گزار راستہ اختیار کیا گیا، اس لئے کہ اندیشہ تھا کہ کہیں مذہب بھینٹ نہ ہو۔

آپ طائف پہنچے۔ وہاں کے تین سرداروں سے ملاقات کی، اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ اگر ان میں سے کسی کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرمادے تو کیا عجب کہ طائف کا یہ شہر اس انقلابی دعوت کا مرکز اور Base بن جائے۔ لیکن جو صورت حال سامنے آتی ہے وہ واقعہ یہ ہے کہ بیان کرتے ہوئے بھی دل شق ہوتا ہے اور سننے کے لئے بھی بڑے جگر کی ضرورت ہے۔ تینوں نے اس قدر تمسخر آمیز اور تحقیر آمیز انداز اختیار کیا کہ پچھلے پورے دس سال کے دوران محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا معاملہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ کسی کہنے والے نے یہ کہا کہ اگر اللہ نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ گویا خود کعبے کے پردے چاک کر رہا ہے۔ کسی نے کہا کہ میں تم سے بات بھی کرنے کے لئے آیا ہوں، اس لئے اگر تم سچے ہو اور واقعتاً رسول ہو تو ہو سکتا ہے کہ میں کہیں توہین کا مرتکب ہو جاؤں اور میں عذاب خداوندی کا نوالہ بن جاؤں، اور اگر تم جھوٹے ہو تو جھوٹے اس قابل نہیں ہوتے کہ انہیں منہ لگایا جائے۔ کسی نے بڑے ہی تمسخر اور تحقیر کے ساتھ کہا کہ کیا اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور شخص نبوت و رسالت کے لئے نہیں مانتا تھا۔ اور صرف اسی پر اکتفا نہیں، جب حضور ﷺ بظاہر احوال مایوس ہو کر لوٹنے لگے تو انہوں نے کچھ غنڈوں کو اشارہ کر دیا۔ چنانچہ اوباش لوگ حضور ﷺ کے گرد ہو گئے۔ پھر وہ نقشہ جما ہے اس کرۂ ارضی پر کہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، محبوب رب العالمین، سید الاولین والآخرین اور آپ کے گرد کچھ اوباش لوگ ہیں، جو پتھراؤ کر رہے ہیں۔ تاک تاک کر ٹخنے کی ہڈیوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، تالیاں پیٹی جا رہی ہیں، حضور ﷺ کا جسم مبارک لہو لہان ہو گیا ہے، نعلین مبارک خون سے بھر گئی ہیں۔ ایک موقع پر حضور ﷺ ضعف کی وجہ سے ذرا بیٹھ گئے تو دو غنڈے آگے بڑھتے ہیں، ایک ایک بغل میں ہاتھ ڈالتا ہے، دو سرادو سری میں اور اٹھا کر کھڑا کر دیتے ہیں کہ چلو۔ محمد رسول اللہ ﷺ پر ذاتی اعتبار سے ابتلاء اور امتحان کا نقطہ عروج (Climax) ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ جب واپس آئے تو وہ دعا آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہے جس کو پڑھتے ہوئے کلیجہ شق ہوتا

-ہے-

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَشْكُوْ ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَ قَلَّةَ جِيْلَتِيْ وَ هَوَانِيْ عَلٰى النَّاسِ
 ”اے اللہ کہاں جاؤں کہاں فریاد کروں۔ تیری ہی جناب میں فریاد لے کر آیا
 ہوں، تجھی سے شکوہ کرتا ہوں، اپنی قوت کی کمی کا، اپنے ذرائع و وسائل کی کمی کا
 اور لوگوں میں جو یہ رسوائی ہو رہی ہے اس کا۔“

اِلٰى مَنْ تَكَلَّمْتُ؟ اِلٰى يَّعْبُدُ يَعْجُزُ اَوْ اِلٰى عَدُوِّ مَلَكْتِ اَمْرِيْ؟
 ”اے اللہ! تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے؟ کیا تو نے میرا معاملہ دشمنوں کے
 حوالے کر دیا ہے کہ وہ جو چاہیں میرے ساتھ کر گزریں؟“

لیکن اس کے ساتھ ہی بارگاہِ خداوندی میں وہ عبدِ کامل عرض کرتا ہے :

يٰۤاَبَايَ اَيُّنَ عَلَيَّ غَضَبُكَ فَلَا اُبَالِيْ
 ”پروردگار! اگر تیری رضایی ہے، اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو پھر مجھے کوئی
 پروا نہیں۔“

ع سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

اَعُوْذُ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي اَشْرَقَتْ لَهٗ الظُّلُمٰتُ

”پروردگار! میں تو تیرے ہی روئے انور کی ضیاء کی پناہ میں آتا ہوں۔“

یہ ہے وہ دعا جس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ : ع اجابت از
 در حق بہر استقبال می آید!

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ فوراً ملک البجبال حاضر ہوتا ہے، وہ فرشتہ کہ جو
 پہاڑوں پر مامور ہے، اور عرض کرتا ہے کہ حضور ﷺ! اللہ نے مجھے آپ کی خدمت میں
 بھیجا ہے کہ آپ حکم دیں تو میں ان پہاڑوں کو ٹکرا دوں جن کے مابین وادی میں یہ طائف
 کا شہر واقع ہے، تاکہ اس کے رہنے والے پس کر سرمہ بن جائیں۔ اس پر رحمۃ اللعالمین
 ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”میں لوگوں کے عذاب کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ اگرچہ یہ لوگ
 مجھ پر ایمان نہیں لارہے، لیکن کیا عجب کہ ان کی آئندہ نسلوں کو اللہ تعالیٰ ایمان کی توفیق
 عطا فرمائے۔“ اور ہمارے لئے یہ بات بڑی قابلِ توجہ ہے کہ سرزمینِ پاک و ہند پر اسلام

کی ہدایت کا سورج جو پہلی مرتبہ طلوع ہوا تو اس کے لانے والے محمد بن قاسم رضی اللہ عنہ تھے جو ثقفی تھے، بنو ثقیف کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، جو طائف ہی کا ایک قبیلہ تھا۔

بہر حال نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں یوم طائف ایک Turning Point ہے، ایک اعتبار سے شدید ترین دن ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے سوال کیا کہ کیا آپ پر یوم احد سے زیادہ سخت دن بھی کوئی گزرا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں، طائف کا دن مجھ پر اس سے کہیں زیادہ سخت تھا — لیکن جیسے کہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے بہت ہی عمدہ نکتہ ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دن Turning Point ہے حضور ﷺ کی زندگی میں۔ آج کے دن تک گویا کہ اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو دشمنوں کے حوالے کیا ہوا تھا کہ جس طرح چاہو آپ کے صبر کا امتحان لے لو، جس طرح چاہو آپ کی عظمت کا جائزہ لو، اور نبیؐ کی سیرت و کردار کا لوہا خوب ٹھونک بجا کر دیکھ لو کہ اس میں کہیں کھوٹ تو نہیں، تمہیں پوری چھوٹ ہے۔

لیکن اس دن کے بعد اب نصرت خداوندی کا ظہور شروع ہوتا ہے۔ فوری طور پر تو ملک البجبال کی حاضری ہے، لیکن اصل ظہور ہوتا ہے نکتہ واپسی کے بعد۔ اب ٹھنڈی ہوائیں آنے لگیں۔ ایک راستہ خود بخود رحمت خداوندی سے کھلتا ہے۔ ۱۰ انبوی ہی کے ماہ رجب میں نبی اکرم ﷺ کی ملاقات چھ افراد سے ہوتی ہے جو مدینے سے آئے ہوئے تھے اور یہ چھ اشخاص حضور ﷺ پر ایمان لے آتے ہیں۔ منیٰ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے جہاں یہ ملاقات ہوئی۔ اگلے سال ۱۱ انبوی میں پھر یہ لوگ آتے ہیں اور بارہ افراد حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ اور پھر وہ درخواست کرتے ہیں کہ حضور ﷺ! ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص بھیجے جو ہمیں قرآن کی تعلیم دے۔ اس لئے کہ آپ کی دعوت اور آپ کی تربیت و تزکیہ کا مرکز و محور قرآن حکیم ہی تھا۔ چنانچہ قرعہ فال بنام من دیوانہ زند! قرعہ فال نکلا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام۔ حضور ﷺ انہیں مدینہ منورہ بھیجتے ہیں۔ وہ حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر جا کر قیام کرتے ہیں اور مدینہ منورہ میں شب و روز دعوت قرآنی کو پھیلا رہے ہیں۔

حضرت مصعب بن عمیر اپنی ایک سال کی محنت کا حاصل ۱۲ انبوی میں ۷۵ افراد کو لا

کر محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی جھولی میں ڈال دیتے ہیں، جن میں ۷۲ مرد ہیں اور تین عورتیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ ہوتی ہے، جو تمہید ہے ہجرت کی۔ اس موقع پر کچھ تقاریر بھی ہوئی ہیں۔ حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس جو اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے، انہوں نے انصارِ مدینہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ لوگو! اس بات کو جان لو کہ محمد (ﷺ) ہمیں بہت عزیز ہیں، ہمارے لئے انتہائی محترم ہیں، ہماری آنکھوں کا تارا ہیں، اب تک ہم نے ان کی پوری حفاظت کی ہے (چونکہ بنی ہاشم نے نبی اکرم ﷺ کی حمایت جاری رکھی تھی) اب اگر تم انہیں اپنے ہاں لے کر جانا چاہتے ہو تو جان لو کہ تمہیں ان کی حفاظت اپنے اہل و عیال سے بڑھ کر کرنی ہوگی، اور اگر اس کی ہمت نہیں پاتے تو ابھی جواب دے دو۔ لیکن انصارِ مدینہ یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اپنا تن من و دھن بچھڑا کر دے گا، تمہیں ان کی حفاظت کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ اگر حضور ﷺ ہمارے ساتھ مدینہ تشریف لے جائیں تو ہم ان کی اسی طرح حفاظت کریں گے جیسے کہ اپنے اہل و عیال کی کیا کرتے ہیں۔ اُس وقت وہی حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے ہیں اور وہ بھی انصارِ مدینہ کو متنبہ کرتے ہیں کہ لوگو! اچھی طرح سمجھ لو کہ ایک بہت بڑی ذمہ داری قبول کر رہے ہو۔ محمد (ﷺ) کو دعوت دینا اور ساتھ لے کر جانا سرخ و سیاہ آندھیوں کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ ہوا وہ اندھیرے میں نہیں ہوا، پوری طرح سمجھ کر ہوا، پوری حقیقت کو جاننے کے ساتھ ہوا، جو ذمہ داری انصارِ مدینہ نے سنبھالی اور اٹھائی اُس کو پورے طور پر سمجھ کر، اس کے نتائج و عواقب پر نگاہ رکھ کر اٹھائی۔ بہر حال ۱۲ نبوی میں جو بیعت عقبہ ثانیہ ہوئی یہ ہجرت کی تمہید بن گئی۔

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو عام اجازت دے دی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ ہجرت کر گئے۔ لیکن یہ قاعدہ ہے کہ رسول اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا، وہ اپنے مستقر کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اللہ کی طرف سے واضح اجازت نہ آجائے۔ بالآخر وہ وقت آیا کہ اجازت آگئی اور نبی اکرم ﷺ اپنے اس انتہائی گہرے دوست حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جو یارِ غار اور رفیقِ راہ ہیں، کی معیت میں مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ زبان مبارک پر وہ دعا ہے جو سورہ

بنی اسرائیل میں گویا کہ اسی ہجرت کی تمہید کے طور پر آپ کو تلقین فرمادی گئی تھی :
 رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ
 مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ (بنی اسرائیل : ۸۰)

”پروردگار! مجھے جہاں داخل فرما رہا ہے وہ صدق و صداقت اور راستی کا داخلہ
 ہو اور جہاں سے تو مجھے نکال رہا ہے وہاں سے میرا یہ نکلنا بھی راست بازی اور
 صدق پر مبنی ہو۔ اور اے رب! مجھے اپنے خاص خزانہ فضل سے وہ غلبہ اور
 قوت و اقتدار عطا فرما جو اس مشن میں میرا مدد و معاون ہو جو تو نے میرے
 حوالے کیا ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آنحضور ﷺ تین روز تک غار ثور میں چھپے رہے
 ہیں۔ وہاں وہ مرحلہ بھی آیا ہے کہ کھوجی بالکل اس کے دہانے تک پہنچ گئے ہیں اور
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے لئے نہیں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اندیشہ ناک ہو کر
 گھبرائے ہوئے یہ عرض کرتے ہیں کہ حضور! اگر ان میں سے کسی نے غیر ارادی طور پر
 بھی اپنے قدموں کی طرف نگاہ ڈال لی تو ہم دیکھ لئے جائیں گے، ہم پکڑے جائیں گے،
 لیکن وہ کوہ صبر و ثبات و استقامت (ﷺ) جس کو اللہ کی ذات پر یقین کامل حاصل تھا،
 معیتِ خداوندی جس کی قوت کا اصل راز تھی، وہ فرماتا ہے :

﴿لَا تَحْزَنُ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾

”گھبراؤ نہیں (کسی رنج و غم کا کوئی موقع نہیں ہے) اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

وہ ہمارا رفیق اور ہمارا مددگار ہے۔

بہر حال یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ ہجرت مدینہ کے نتیجے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی
 انقلابی جدوجہد ایک بالکل نئے دور میں داخل ہو گئی۔ اگر جدید انقلابی اصطلاحات کو
 استعمال کیا جائے تو Passive Resistance کا دور ختم ہوا، اب ایک
 Active Resistance کا دور شروع ہو رہا ہے۔ اب تک حکم تھا کہ ہاتھ بندھے
 رکھو، ماریں کھاؤ، لیکن جھیلو، صبر کرو اور برداشت کرو، reteliate کرنے کی اجازت
 نہیں ہے۔ ان کو حکم دیا گیا تھا : ﴿كُفُّواْ اَيْدِيَكُمْ﴾ اپنے ہاتھ بندھے رکھو۔ تمہیں دیکھتے

ہوئے انگاروں پر لٹا دیا جائے تو پھر بھی تمہیں اجازت نہیں کہ مدافعت میں بھی اپنا ہاتھ اٹھا سکو، تمہیں ہلاک کر دیا جائے، شہید کر دیا جائے، تمہیں اجازت نہیں کہ اپنی مدافعت میں ہاتھ اٹھا سکو۔ لیکن اب وہ ہاتھ کھول دیئے گئے۔

سورۃ الحج کی یہ آیت مبارکہ اس مرحلہ پر نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے :

﴿ اٰذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتُلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوْا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝۱۰ ﴾

”اجازت دے دی گئی ان کو (جن پر جنگ ٹھونس دی گئی ہے) جن پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے ہیں (ان کے لئے آج سے اجازت ہے کہ وہ بھی اب جواب دیں، اینٹ کا جواب پتھر سے دیں۔ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کا وعدہ ہے) اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے۔“

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰخَرُ جُؤاْمِنٍ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۝۱۱ ﴾

”وہ لوگ اپنے گروں کے ناجائز نکالے گئے، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔“

ان کا جرم اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے خدائے واحد پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ آج ان کو اجازت دی جا رہی ہے کہ وہ بھی نہ صرف مدافعت میں ہاتھ اٹھائیں بلکہ کفر کے استیصال کے لئے اقدام کریں — بَارَكَ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ فِی الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ
فُصِّلَی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ ○ ○

اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم پر مشتمل

ڈاکٹر اسرار احمد، امیر تنظیم اسلامی

کے دس خطبات کا مجموعہ

منہج انقلاب نبویؐ

سیرت النبیؐ کی روشنی میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کے رہنما خطوط

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن